۵

کیا غزہ عالمی جہادیوں کا آئندہ مرکز بنے گا؟

ھارون-ی-زیلن

خلاصہ

مشرقِ وسطیٰ کے تقریباً سارے ہی جنگ زدہ علاقوں میں ۲۰۱۴ء کے موسمِ گرما میں عالمی جہادی بہت فعال رہے ہیں۔ حالیہ جنگِ غزہ میں بھی ان جہادی تنظیموں کے کچھ افراد کے مارے جانے کی وجہ سے یہ سوالات اٹھ رہے ہیں کہ ان تنظیموں نے علاقے میں اپنے دائرہ اثر کو کہاں تک پھیلا لیا ہے۔ اس طرح کی تحریکوں میں پائے جانے والے تحمل اور طراری و فطانت کے اوصاف تمام مواقع کو اپنے لیے کارآمد بنانے اور ان سے استفادے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اگر آج ہمیں یہ محسوس ہو بھی رہا ہو کہ انہیں دبا دیا گیا ہے، تب بھی یہ خیال حماقت پر مبنی ہوگا کہ درمیانی یا طویل مدت میں یہ تحریکیں دوبارہ نہیں ابھر سکیں گی۔ اگلی غزہ اسرائیل جنگ کے موقع پر ہی ہم اصل صورت حال جان سکیں گے۔

غزہ کی پچھلی جنگ میں مارے جانے والوں میں داعش کے حامیوں اور دوسری عالمی جہادی تنظیموں کے وابستگان کے شامل ہونے کی وجہ سے اس بارے میں سوالات اٹھ رہے ہیں کہ ان تنظیموں نے علاقے میں اپنے دائرہ اثر کو کہاں کہاں تک پھیلانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔

نوٹ: اسرائیل اور فلسطین کے مقامات کے نام اس تجزیے کے عربی ترجمے سے تصدیق کے بعد لکھے گئے ہیں۔ (مترجم)

مشرق وسطیٰ کے تقریباً سارے ہی جنگ زدہ علاقوں میں عالمی جہادی پورے موسم گرما میں بہت فعال رہے۔ہم نے عراق اور شام میں دولت اسلامیہ کو از سر نو ابھرتے دیکھا۔لیبیا کی تنظیم انصار الشریعہ نے شر پسند جنرل خلیفہ [بالقاسم] حفتر کا مقابلہ کیا اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔جبکہ جزیرہ نمائے عرب کے اندر جنوبی یمن میں القاعدہ ایک بار پھر انتہائی متحرک ہے۔تاہم غزہ اور جزیرہ نمائے سینا کے سنگم کے حساس جغرافیائی علاقے میں پھوٹ پڑنے والی جنگ میں جہادی تنظیموں نے نسبتاً خاصی ناقص فوجی کارکردگی کا مظاہرہ کیا حالانکہ مسلم دنیا میں یہ علاقہ علامتی اہمیت کا حامل ہے۔اس بناء پر یہ ایک ایسا کلیدی مقام ہے جہاں مختلف عالمی جہادی تنظیموں کو اپنی بہترین صلاحیتوں کا ثبوت دینا چاہیے تھا۔

یہ اندازہ لگانے کے لیے کہ ۲۰۱۴ء کی جنگِ غزہ میں ان جہادی تنظیموں کا ریکارڈ کتنا خراب رہا اور انہوں نے کس قدر ناقص صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اس لڑائی کا نومبر ۲۰۱۲ء میں اسرائیل اور حماس کے درمیان ہونے والی جنگ سے موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ٹھیک دو سال پہلے پانچ جہادی گروپوں (جماعت انصار بیت المقدس، جیش الامہ، جیش الاسلام، مجلس شوریٰ المجاہدین فی اکناف بیت المقدس، اور ناصر صلاح الدین بریگیڈز) نے صرف دس دن میں ۹۹ راکٹ اسرائیل کے علاقوں عسقلان، ایلات، اشکول، مغربی کنارے کی یہودی بستیوں، کرمیہ، کیبوتس سعد، کیسوفیم، نسیفوت اور سدیروت پر برسائے۔اس کے برعکس پچھلی گرمیوں کی چھ ہفتوں پر محیط مدت میں چھ جہادی تنظیموں کے ایک دوسرے گروپ نے (جو عبداللہ عزام بریگیڈز، انصار الدولۃ الاسلامیہ فی غزہ، جماعت انصار بیت المقدس، جیش الامہ، لواء التوحید اور مجلس شوریٰ المجاہدین فی اکناف بیت المقدس پر مشتمل تھا) صرف ۱۱۷ راکٹ پھینکے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے میزائل حملوں کی رفتار اور تعداد اس بار دو سال پہلے کی جنگ کے مقابلے میں بہت کم رہی۔تاہم جن مقامات کو نشانہ بنایا گیا ان کا تنوع پہلے سے زیادہ تھا۔اس کی وجہ جزوی طور پر یہ تھی کہ ان گروپوں نے ملک کے مرکز تک غزہ کے گرد و پیش کے اسرائیلی شہروں اور قصبوں نیز غزہ کے اندر کارروائی کرنے والے اسرائیلی فوج کے ٹھکانوں کو بھی ہدف بنایا۔خود

ان گروپوں کے بقول ان حملوں کا ہدف بننے والے علاقوں میں یہ تمام مقامات شامل تھے: عسقلان، عین ھشلوشا کے فوجی ٹھکانے، بیت حانون کے مشرق کی سروے سائٹ، بنی نتساریم، شرق دیرالبلح، ایلات، ایرز کراسنگ، اشکول، اسنادصوفا کا فوجی مرکز، شرق بلدۃ الجبالیا، من الشرق جحو رالدیک، کرم ابوسالم کا فوجی کیمپ، کفار عزۃ، مجدل، ناحال عوز، نتیف ھعسرا، نتیفوت، اوفکیم، ریشون لتسیون، سدیروت، مغربی نقب، زکیم کا فوجی مرکز، اور جہادی جماعتوں کی اپنی اصطلاح کے مطابق تمام صہیونی بستیاں۔

علاوہ ازیں ۲۰۱۲ء کی جنگ سے پہلے کے آٹھ مہینوں میں جہادی تنظیموں نے اسرائیل پر پچاس راکٹ پھینکے۔ لیکن جنگوں کے درمیان کے بیس مہینوں کے پورے عرصے میں صرف تیس راکٹ پھینکے گئے۔ خاص طور پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس موسم گرما میں کیے جانے والے بارہ راکٹ حملے غزہ سے نہیں بلکہ پہلی بار سینا سے ہوئے تھے (ان کی ذمہ داری جماعت انصار بیت المقدس نے قبول کی تھی)۔

۲۰۱۴ء کی غزہ جنگ میں اگرچہ راکٹ کے استعمال ہی کو ترجیح حاصل تھی لیکن بعض مجاہدین لڑائی کو اسرائیل کے بہت قریبی علاقوں تک لے گئے۔ اسرائیلی فضائی حملوں میں مختلف جہادی تنظیموں کے بیشتر عسکریت پسندوں کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ راکٹ فائر کرنے کی کوشش کرر ہے تھے، لیکن کچھ لوگوں نے غزہ میں اسرائیلی فوج کے داخل ہونے کے بعد واقعتاً زمین پر بھی اس کا مقابلہ کیا، ان میں خان یونس اور رفح سمیت کئی دوسرے علاقے بھی شامل ہیں۔ میں ۳۳ ایسے افراد کے ناموں کی تصدیق کرسکتا ہوں جو عالمی جہادی تنظیموں کے ارکان تھے اور جن کا تعلق فلسطین، مصر اور سعودی عرب سے تھا۔ اگرچہ یہاں مارے جانے والوں میں امکانی طور پر ایسے لوگ بھی تھے جن کے ناموں کا اعلان نہیں کیا گیا۔ ان میں سے بعض کو داعش کا رُکن یا حامی بتایا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس تنظیم نے غزہ میں اپنے لیے ایک حد تک جگہ بنالی ہے۔ اگرچہ بنیادی دھارے کی تنظیموں حماس،

فلسطینی اسلامی جہاد اور دیگر جہادی گروپوں کے مقابلے میں یہ ابھی ایک چھوٹی تنظیم ہے۔

جنگ کے دوران غزہ کی گلیوں میں ایک نیا جہادی پہلو سامنے آیا۔ جس وقت پے در پے اسرائیلی حملے جاری تھے، انصار الشریعہ بیت المقدس نے لوگوں میں دولت اسلامیہ کی نئی ''خلافت'' کی حمایت پر مبنی لٹریچر تقسیم کیا۔ داعش نے لوگوں کو غذائی امداد بھی دی۔ ۱۹ جولائی ۲۰۱۴ء کو اس نے مبینہ طور پر دس ہزار پمفلٹ بانٹے، ۳۱ جولائی کو غریب افراد میں کھانا تقسیم کیا، اور ۱۲ اگست کو ساٹھ فوڈ پیکیج فراہم کیے جن میں سے ہر ایک کی مالیت ڈیڑھ سو شیکل [اسرائیلی کرنسی] تھی۔ اگرچہ اس وسیع تر جہادی تحریک کی جانب سے ماضی قریب کے مقابلے میں یہاں فوجی سطح پر کمزوری کا مظاہرہ ہوا تاہم اس کے وابستگان نے سماجی خدمت کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کر کے دوسری علاقائی جہادی تحریکوں کے طریقے اور سرگرمیاں اپنالی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اُسے مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ غزہ کی جنگ میں جہادی سرگرمی کی یہ نسبتاً نچلی سطح کس امر کی نشان دہی کرتی ہے؟ ایک حد تک اس کا سبب دہشت گردی کے خلاف اسرائیلی حکومت نیز حماس کے اقدامات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ کوششیں اسرائیلی حکومت اپنی ریاست کی سلامتی کے لیے اور حماس اپنی طاقت کی اساس اور اسلامی جواز کے تحفظ کے لیے کر رہی ہے۔ دونوں جہادی تحریک کو خود اپنے متعلقہ مفادات کے لیے خطرہ بننے سے روکنا چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جولائی ۲۰۱۳ء میں برپا ہونے والا مصر کا فوجی انقلاب اور اس کے بعد غزہ۔ سینائی سرحد کے زیر زمین راستوں کو بند کرنے کی کارروائی نے نہ صرف انفرادی طور پر عسکریت پسندوں کی آمد میں رکاوٹ ڈالی بلکہ ہتھیاروں اور دوسرے ساز وسامان کی ترسیل میں بھی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مصر سے آمد و رفت کے راستے کی بندش کی وجہ سے غزہ میں داخل ہونا اور قیام کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ لہٰذا غزہ فی الوقت ایسے مقام کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جہاں حالات عالمی جہاد کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ اس صورت حال کے باعث بہت سے مجاہدین

ایسے زیادہ ''پرکشش'' اور سرفہرست جنگ زدہ علاقوں میں منتقل ہو گئے ہیں جہاں عالمی جہاد کے لیے زیادہ مواقع میسر ہیں۔ ان میں شام ہی نہیں بلکہ لیبیا بھی شامل ہے۔

اگر چہ یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ غزہ میں عالمی جہاد کے مواقع دھندلا گئے ہیں، تاہم سیناء میں جماعت انصار بیت المقدس کے خلاف مصر کے اقدامات کی پائیداری اور معیار کے بارے میں سوالات پھر بھی باقی ہیں۔ انصار بیت المقدس اب بھی مصری افواج پر حملے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کا ایک ثبوت انصار کے ہاتھوں داعش کی طرح سر قلم کیے جانے کا ایک حالیہ واقعہ بھی ہے۔ انصار شمالی سیناء میں برسر عام گھوم پھر سکتے ہیں۔ یہ صورت حال مصری فوج کی کامیابی کے حوالے سے سوالات کو جنم دیتی ہے (اگر چہ وادی نیل میں حملوں کی سطح اور رفتار کے حوالے سے صورت حال میں اس سال کے اوائل سے یقینی طور پر بہتری آئی ہے)۔

یہ حقیقت کہ انصار بیت المقدس کے شیخ ابو اسامہ المصری گزشتہ جولائی میں عید الفطر کا خطبہ کھلے عام ریکارڈ کرانے کے لیے آزاد تھے اور مصری فوج کو اس بارے میں کوئی پیشگی قابل ذکر اطلاع نہیں مل سکی تھی، نہ انہیں اس موقع پر کسی خوف و ہراس کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔ ظاہر کرتی ہے کہ اس تنظیم کو نقل و حرکت اور کارروائیاں کرنے کی اُس سے کہیں زیادہ آزادی حاصل ہے جس کا اعتراف مصری حکومت کرتی ہے۔ انصار بیت المقدس کے خلاف مبینہ ڈرون حملوں میں اسرائیل کی جانب سے حالیہ دنوں میں دیکھے جانے والے اضافے کا ایک سبب ممکنہ طور پر یہ تشویش بھی ہو سکتی ہے کہ یہ گروپ اسرائیلی علاقوں کو زیادہ درست طور پر نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کی اہلیت رکھتا ہے۔ جہادیوں کا سامنا کرنے والے تینوں فریقوں اسرائیل، مصر اور حماس کی فکرمندی کا ایک اور سبب غزہ واپس آنے والے جہادی بھی ہیں۔ وہ جہادی جو شام اور لیبیا چلے گئے تھے، اب لامحالہ گھر واپس آنے کی کوشش کریں گے اور اپنے ساتھ نئی مہارتیں اور نئے انقلابی نظریات بھی لائیں گے۔ یہ منظر نامہ غالباً اب تک اسرائیلیوں، مصریوں اور حماس کے زیر قیادت غزہ کے نزدیک کوئی ایسا معاملہ نہیں جسے قابو سے

باہر سمجھا جائے۔ لیکن عالمی جہادیوں کا ایک گروہ بہرحال غزہ کے ماحول اور اسرائیل کے خلاف کسی مزید جنگ کے حوالے سے قابل ذکر حیثیت کا حامل رہے گا۔ اس طرح کی تحریکوں میں پائے جانے والے تحمل اور طراری و فطانت کے اوصاف تمام مواقع کو اپنے لیے کارآمد بنانے اور ان سے استفادے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اگر آج ہمیں یہ محسوس ہو بھی رہا ہو کہ انہیں دبا دیا گیا ہے، تب بھی یہ خیال حماقت پر مبنی ہوگا کہ درمیانی یا طویل مدت میں یہ تحریکیں دوبارہ نہیں ابھر سکیں گی۔ تنازعات کے دوسرے معاملات ہم بارہا دیکھ چکے ہیں کہ عالمی جہادیوں کی بڑھوتری اور طاقت نے ان لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا جنہوں نے انہیں بہت معمولی اور ناقابل اعتناء سمجھنے کی غلطی کی تھی یا بہت جلد انہیں خارج از بحث قرار دے ڈالا تھا۔ لہٰذا یہ بات کہ اس وسیع تر جہادی تحریک نے غزہ کے اندر اپنی جڑیں کتنی اور کہاں تک پھیلا لی ہیں، ہم اسی وقت جان سکیں گے جب اگلی غزہ اسرائیل جنگ ہوگی۔

[ہارون زیلن، واشنگٹن انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ ہیں۔ دنیا کے جہادی گروپوں کا مطالعہ ان کا خاص موضوع ہے۔]

(ترجمہ: ثروت جمال اصمعی)

Source: http://www.washingtoninstitute.org/policy-analysis/view/will-gaza-be-the-global-jihadists-next-ground-zero

---